سوال نمبر 2 (الف) (i)

مرزا صاحب گھنٹوں تک مطالعہ کرتے تھے کیونکہ یہ ان کا
پسندیدہ مشغلہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ان کے کتب خانے میں ہر
طرح کی کتابیں موجود تھیں۔ جس سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی
ہے کہ وہ زیادہ وقت کتابیں پڑھنے میں گزارتے تھے۔

سوال نمبر 2 (الف) (ii)

مرزا صاحب نئی نئی کتب کا مطالعہ اس لیے کرتے تھے کیونکہ وہ پڑھتے تھے اور پڑھاتے بھی تھے اس لیے وہ زیادہ تر کتابوں کا مطالعہ کرتے تھے تاکہ ان کے علم میں اضافہ ہو اور وہ اپنے طلباء کو بھی اس سے آشنا کر سکیں۔ اور ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ وہ انگریزی کے پروفیسر مسلمانوں کو کم تر اور ناقص العقل سمجھیں اس لیے وہ کتابیں پڑھ کر خود کو ہر طرح کے علم سے روشناس کرتے تھے تاکہ وہ کسی بھی طرح کا جواب دے سکیں۔

سوال نمبر 2 (الف) (iii)

مرزا صاحب کے نظریے میں اگر وہ کتابوں کا مطالعہ نہ کرتے تو وہ انگریزی پروفیسروں کے سوالات کے جوابات درست طور پر نہ دے پاتے۔ یعنی کہ وہ انگریزوں کے سامنے اپنی صلاحیت کو سامنے نہ لا سکتے تھے۔ اور وہ ایسا نہیں چاہتے تھے کہ انگریز کسی بھی طرح مسلمانوں کو کم تر سمجھیں۔

سوال نمبر 2 (الف) (iv)

مرزا صاحب کو چونکہ کتابیں پڑھنے کو بہت شوق تھا اس لیے
وہ اپنی پنشن کا زیادہ حصہ کتابیں ہی خریدنے میں صرف کرتے تھے۔
یہی وجہ ہے کہ ان کے کتب خانے میں ہر علم کی کتابیں موجود تھیں۔

سوال نمبر 2 (الف) (۷)

مرزا صاحب معدے کی بیماری میں مبتلا تھے اس لیے وہ زیادہ پیدل سفر کو ترجیح دیا کرتے تھے اور مناسب خوراک کھاتے تھے۔ اور اپنی صحت کی بہتری کے لیے خود کا بہت خیال رکھتے تھے۔ اور رات کو جلدی سو جاتے تھے اور صبح سویرے ٹہلنے کے لیے جایا کرتے تھے۔ کیونکہ جیسا کہ کہا جاتا ہے **احتیاط علاج سے بہتر ہے۔**

سوال نمبر 2 (الف) (vi)

گھر کا آرام میسر ہونے سے مراد یہ ہے کہ مرزا صاحب کی گھریلو زندگی
خوش و خرم اور اطمینان سے گزرتی تھی یعنی کسی طرح کے جھگڑے اور
دوسرے معاشی مسائل سے ان کو سامنا نہ کرنا پڑتا تھا۔ ان کی بیوی
اور اولاد سعادت مند تھی جس کی وجہ سے انھیں ان کی ~~(تربیت)~~ فکر کرنے
کی ضرورت نہیں پڑتی تھی اور پنشن سے اچھا گزارا بھی ہو جاتا تھا تو
گھر میں بالکل سکون میسر تھا۔

سوال نمبر 2 (الف) (vii) **مرکزی خیال:**

اس عبارت میں ہمیں مرزا صاحب کی ذاتی زندگی کے بارے میں بتا کے یہ سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ علم کی دولت انسان کو ہر میدان میں سرفراز کرتی ہے اور انسان کو علم حاصل کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے اور ہر طرح کے علم سے آشنا ہونا چاہیے تاکہ اسے زندگی کے کسی مقام پر شرمندگی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اس کے ساتھ اپنی صحت کا خاص خیال رکھنا چاہیے اچھی عادات اپنانی چاہیے جن سے ہمیں فائدہ پہنچے اور ہم بُری بیماریوں سے بچے رہیں۔

سوال نمبر2(الف)(viii)

سوال نمبر 2 (ب) (i) شاعر نے محبانِ وطن یعنی وطن سے محبت کرنے والوں کو ہر وقت وطن کی خدمت کی ترغیب دی ہے کہ وہ ہر وقت اپنے وطن کی ترقی کے لیے ~~کوشش~~ کوشش کرتے رہیں۔ جس شعبے سے وہ تعلق رکھتے ہوں وہ اپنے وطن کی خدمت کے لیے اور اس کی ترقی کے لیے اپنا کردار ایمانداری ~~سے~~ سے ادا کریں۔ تب ہی پاکستان ترقی یافتہ ممالک میں شامل ہو سکتا ہے۔

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارا

سوال نمبر2(ب) (ii) درہ خیبر میں موجود کالی چٹانیں پرانی داستانوں کی امانت دار ہیں یعنی جو بڑے بڑے فاتحین یہاں پر آ کر اپنی قسمت آزما چکے ہوں مگر آج تک کوئی بھی یہاں پر قابض نہیں ہو سکا کیونکہ یہاں پر ان کا سامنا آفریدی قبائل سے ہوتا ہے جو کہ جنگ سے محبت رکھتے تھے۔ اس لیے ہر ایک وہ فاتح جو آ کر یہاں پر اپنی قسمت آزما چکے رہتے ہیں ان کی داستانیں آج تک یہ کالی چٹانوں کے پاس موجود ہیں۔

یہ ناہموار چٹیل سلسلے کالی چٹانوں کے
امانت دار ہیں گویا پرانی داستانوں کے

سوال نمبر 2 (ب) (iii) اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات صرف کن کہہ کر تخلیق کی۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا "ہو جا" اور وہ "ہو گیا"۔ اس دنیا میں جو کچھ بھی
موجود ہے یہ آسمان، زمین، پہاڑ، بادل، چرند پرند وغیرہ سب
اللہ کے ایک حرف کن کے کہنے سے بنے ہیں۔ اللہ ہی اس ساری دنیا کا
خالق و مالک ہے اور سب کو پالنے والا ہے۔ اور وہی سب کی دعاؤں کو سننے
والا ہے۔ یہ ساری دنیا اس کی ملکیت ہے۔

کوئی تو ہے جو نظامِ ہستی چلا رہا ہے وہی خدا ہے
دکھائی بھی جو نہ دے نظر بھی جو آ رہا ہے وہی خدا ہے

سوال نمبر2(ب) (iv) :: شاعر اس شعر میں کہتے ہیں کہ ان کے محبوب کی ہنسی کا رنگ پھولوں کے رنگ سے ملتا جلتا ہے۔ یعنی شاعر اپنی محبوب کی خوبصورتی کو ظاہر کرنے کے لیے (~~استعارہ کا استعمال~~) کہتے ہیں کہ جب انکا محبوب مسکراتا ہے تو وہ اس کے چہرے پر جو سرخی آتی ہے اور جو اس کے چہرے پر خوبصورتی آتی ہے وہ پھولوں کی طرح ہے۔ یعنی کہ جیسے پھول کھل کر ہر طرف خوشبو پھیلاتے ہیں اسی طرح شاعر کا محبوب ہنس کر ہر طرف خوشبو اور خوبصورتی بکھیرتا ہے۔ شاعر پھولوں کو دیکھ کر اپنے محبوب کی ہنسی کو یاد کر دیتے ہیں۔

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

سوال نمبر 2 (ب) (۷) شاعر کہتے ہیں کہ انہیں مدت سے اپنے محبوب کی یاد نہیں
آئی یعنی کافی عرصے سے انھوں نے اپنے محبوب کو یاد نہیں کیا اور محبوب
کی یاد نے انہیں تڑپایا نہیں لیکن ساتھ ہی شاعر یہ بھی کہتے ہیں کہ
ایسا بھی نہیں ہے کہ وہ اپنے محبوب کو بھول گئے ہیں یعنی وہ اپنے محبوب
کو بھولے نہیں مگر اسے یاد بھی کافی عرصے سے نہیں کیا۔ یہاں پر شاعر کی
کیفیات میں تضاد پایا جاتا ہے۔

• یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصالِ یار ہوتا
اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا

سوال نمبر 2 (ج) (i) **معنیٰ تلمیح:** تلمیح کے لغوی معنی ہیں "اشارہ کرنا" یا "اچٹتی سی نگاہ ڈالنا"۔

اصطلاح میں اس سے مراد ہے کہ شعر یا نثر میں قرآنی آیت، حدیث مبارکہ یا تاریخی قصے، واقعے کی طرف اشارہ کرنا۔ تو اس کو صنعت تلمیح کہتے ہیں۔

مثال:

ابن مریم ہوا کرے کوئی
میرے دکھ کی دوا کرے کوئی

اس مثال میں ابن مریم یعنی حضرت عیسیٰ ؑ کے معجزے کی طرف دو تین لفظ میں اشارہ کیا گیا ہے تو یہ صنعت تلمیح کا استعمال کیا گیا ہے۔

سوال نمبر 2 (ج) (ii) ترکیب نحوی :

○ جملے کے اجزا کو الگ الگ کر کے ان کا آپس میں باہمی تعلق ظاہر کرنا ترکیب نحوی کہلاتا ہے۔

○ جملے کی ترکیب نحوی :

مہمانوں نے کھانا کھایا۔

کھایا	کھانا	نے	مہمانوں
(فعل تام)	(مفعول)	(علامت فاعل)	(فاعل)

یہ "جملہ فعلیہ" کی مثال ہے جس میں مسند الیہ کو "فاعل" جبکہ "مسند" کو "فعل" کہتے ہیں۔

سوال نمبر 2 (ج) (iii) **مجاز مرسل:** لفظ کو مجازی معنوں میں اس طرح استعمال کرنا کہ حقیقی اور مجازی معنوں تشبیہ کا تعلق نہ ہو مگر کوئی نہ کوئی تعلق موجود ہو مجاز مرسل کہلاتا ہے۔

ظرف بول کر مظروف مراد لینا: یہ مجاز مرسل کی ایک قسم ہے جس ظرف (برتن) کا ذکر کر کے مظروف (برتن میں موجود چیز) مراد لی جاتی ہے۔

مثال:

میں نے جوس کی بوتل پی۔

وضاحت:

اس مثال میں جوس کی بوتل کو پینے کا ذکر کیا گیا ہے حالانکہ بوتل نہیں پی جاسکتی بلکہ اس میں موجود مشروب پیا جاتا ہے تو یہ ظرف بول کر مظروف مراد لیا گیا ہے

سوال نمبر2(ج) (iv)

سوال نمبر3 (صفحہ نمبر1) حوالہ متن:

سبق کا نام: نام دیو مالی

مصنف کا نام: ڈاکٹر مولوی عبدالحق

تشریح:

اس عبارت میں ایک نام دیو مالی کا بتایا گیا ہے جو کہ نہایت ہی ایماندار اور محنتی انسان تھا وہ اپنا کام نہایت ہی دھیان اور محبت کے ساتھ کرتا تھا۔ یہی وجہ تھی اس کے پودے ہمیشہ مہکتے اور چمکتے تھے۔

ڈاکٹر مولوی عبدالحق اردو ادب کے اہم نثر نگار تھے۔ اُن کا اسلوب بیان سادہ، صاف اور دل انگیز ہے۔ اور تحریروں کو پڑھ کر انسان لطف اندوز ہوتا ہے۔

اس عبارت میں مولوی عبدالحق نام دیو مالی کے بارے میں بتا رہے ہیں کہ وہ نہایت ہی جفاکش انسان تھا اور اپنے کام سے اس کو محبت تھی۔ وہ ہر وقت اپنے کام میں لگن کے ساتھ مشغول رہتا تھا اور اسے آس پاس کی دنیا کی خبر ہی نہیں ہوا کرتی تھی۔ وہ دل سے کام کرتا تھا۔

- کاروبار جہاں سنورتے ہیں
  ہوش جب بے خودی سے ملتا ہے

نام دیو کو اس چیز کی پروا کبھی نہیں ہوتی تھی کہ دوسروں کا کام کیسا چل رہا ہے، وہ اپنا کام کس طرح کر رہے ہیں اور کب کام کرتے ہیں اس کو بس اپنے کام سے مطلب ہوا کرتا تھا۔ وہ اپنے کام سے کام رکھتا تھا اور فضول چیزوں میں وقت کو ضائع نہیں کرتا تھا۔ حتیٰ کہ وہ قابل اور ذہین مالی تھا جس کو بہت ساری چیزوں کے بارے میں علم تھا مگر پھر بھی وہ کبھی مغرور نہیں ہوا اور نہ ہی اس نے کبھی غرور کیا۔ وہ نہایت ہی اچھا انسان تھا اور ہمدرد بھی۔

- دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
  ورنہ اطاعت کے لیے کم نہ تھے کرّوبیاں

سوال نمبر 3 (صفحہ نمبر 2) نام دیو مالی کو نہ تو کسی سے دشمنی تھی اور نہ ہی کسی سے کوئی
مسئلہ تھا۔ وہ ہر کسی سے ادب سے بات کرتا تھا اور ہر کسی کو اچھا سمجھتا تھا
اور اس کا گمان بہت اچھا تھا ہر کسی کے لیے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے "**نیک گمان
رکھنا بھی ثواب کا کام ہے**"۔ نام دیو کو اپنے کام سے محبت تھی اور جب انسان
کو اس کے کام سے محبت ہو تو وہ دنیا اور اس کی ہر چیز سے بے خبر ہو کر
اس کام کو سرانجام دیتا ہے اور بغیر کسی معاوضے کے۔ اس انسان کو اس بات
کی ہرگز پرواہ نہیں ہوتی کہ کوئی اس سے کہتا اچھا ہے یا برا وہ صرف اپنے کام
پر ہی دھیان رکھتا ہے۔ نام دیو نہ صرف ایک اچھا مالی تھا بلکہ ایک بہت
اچھا اور صاف دل انسان تھا جو ہر کسی کے لیے اچھا سوچتا تھا اور خیال رکھتا تھا

- **سبق پڑھ پھر صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا**
  لیا جائے گا کام تجھ سے دنیا کی امامت کا

نام دیو مالی کی ایک اور بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ کبھی بھی
نیکی کا کام کرتے ہوئے یہ نہیں سوچتا تھا کہ وہ کوئی نیک کام کر رہا ہے
اور نہ ہی اس پر غرور و فخر کیا کرتا تھا۔ بلکہ خاموشی سے اور بغیر
تعریف و معاوضے کے وہ نیکی کے کام کیا کرتا تھا جیسا کہ کہا جاتا ہے
"**صاف اور نیک دل انسان اللہ کی بڑی نعمت ہوتے ہیں**"۔ بعض اوقات یہ
حقیقت ہے کہ انسان کوئی اچھا کام کرے اس پر اتراتا رہتا ہے اور سب کو
جا جا کر بتاتا ہے کہ اس نے یہ نیکی کا کام کیا ہے تاکہ اس کی تعریف ہو سکے
اور بار بار وہ لوگوں کو جتاتے رہتے ہیں جو کہ بری عادت ہے اور ایسے انسان
ہر کام صرف معاوضے کے لیے ہی کرتے ہیں۔ کام سے محبت بہت ضروری ہے اگر ہم
اس میں کامیاب ہونا چاہتے ہیں۔ لیکن نام دیو مالی نیکی اور بھلائی کے کاموں
کو بغیر کسی معاوضے کے طلب کے کرتا تھا یعنی وہ بہت صاف دل کا انسان تھا۔

- **ہیں لوگ وہی جہاں میں اچھے**
  آتے ہیں جو کام دوسروں کے

کبھی اے نوجوان مسلم۔۔۔۔۔

سوال نمبر 4 (صفحہ نمبر 1) **حوالہ متن:**

نظم کا عنوان: خطاب بہ جوانانِ اسلام

شاعر کا نام: علامہ محمد اقبالؒ

تشریح:

علامہ محمد اقبال اردو ادب کے **قادر الکلام** شاعر ہیں انھوں نے اپنی شاعری سے مسلمانوں کے مردہ جسم میں **زندگی کی لہر** دوڑا دی۔ انھوں نے اردو اور **فارسی** دونوں میں شاعری کی ان کا طرزِ تحریر دل **انگیز** ہے۔

اس کے پہلے شعر میں شاعر علامہ اقبال نوجوانوں سے مخاطب ہو کر ان سے سوال کر رہے ہیں کہ اے مسلم نوجوان! کیا تو نے کبھی غور و فکر کیا ہے کہ تیرا تعلق کن آباؤ اجداد سے تھا وہ کون سے لوگ تھے جن کی تو اولاد ہے۔ شعر کا لہجہ **استفہامیہ** ہے اور شاعر پوچھتے ہیں کہ مسلم نوجوان کبھی غور و فکر کیا کہ تیرا ماضی تو شاندار تھا مگر تیرا حال اتنا ابتر کیوں ہے۔

- خرد کو غلامی سے آزاد کر
  جوانوں کو پیروں کا استاد کر

شاعر کہتے ہیں کہ تو نے غور و فکر کیا ہے کہ وہ کون سا آسمان تھا جس کا تو ایک ٹوٹا ہوا تارا ہے حصہ ہے۔ شاعر مسلمانوں کے نوجوانوں کو ان کے ماضی کے بارے میں یاد دلا رہے ہیں کہ 313 کا ایک لشکر (1000) سے مقابلہ کرنا ہمارا ماضی تھا، پیٹ پر پتھر باندھ کر خندق کھودنا ہمارا ماضی تھا، مرحب جیسے یہودی پہلوان کو ایک ہی وار میں قتل کرنا ہمارا ماضی تھا، 17 سال کی عمر میں سندھ فتح کرنا ہمارا ماضی تھا۔ ماضی کے سائنس دان جابر بن حیان، بوعلی سینا، ابو القاسم زہراوی وغیرہ ہمارے ماضی کی عظیم مثالیں ہیں۔ اے مسلم نوجوان! جب تیرے آباؤ اجداد اتنے کمال تھے تو تجھے کیا ہو گیا ہے کہ تو بزدل کیوں ہے؟

- اپنی اصلیت سے ہو آگاہ اے غافل کہ تو
  قطرہ ہے مگر مثالِ بحرِ بے پایاں بھی ہے

سوال نمبر 4 (صفحہ نمبر 2) شاعر مسلمانوں کو ان کی اہلیت سے آگاہ کر رہے ہیں اور انھیں اس بات کا بتا رہے ہیں کہ انکا تعلق تو بہت عظیم لوگوں سے تھا تو وہ خود اب اتنی خستہ حالی میں مبتلا کیوں ہیں؟ دوسرے شعر میں شاعر کہتے ہیں کہ اے مسلم نوجوان اپنے آباؤاجداد تو وہ تھے جنھوں نے بڑے بڑے بادشاہوں کے تخت اپنے پیروں تلے روند دیے تھے۔

- غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں نہ تدبیریں
  جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

شاعر کہتے ہیں کہ تیرے آباؤاجداد نے تجھے اپنی پیار بھری گود میں پالا جنھوں نے بڑے بڑے سکندروں کے تاج روند دیے تھے تو اب تجھ کیا ہوگا تو اتنا ڈرتا کیوں ہے؟ تو دوسروں کے سامنے بھیک کیوں مانگتا ہے تجھے تو ایسا ہونا چاہیے تھا کہ لوگ تجھ سے ڈریں۔ دارا مشہور بادشاہ تھا جس نے سکندر اعظم سے شکست کھائی تھی مگر سکندر ایرانی سلطنت کو ختم نہ کر سکا جس کا خاتمہ مسلمانوں کے ہاتھوں سے ہوا اور انھوں نے وہاں اسلامی ریاست قائم کی۔

- افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
  ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارا

شاعر نوجوانوں سے مخاطب ہیں کیونکہ نوجوان مضبوط ہوتے ہیں وہ اگر کچھ کرنے کا سوچ لیں تو وہ کر گزرتے ہیں اس لیے شاعر نوجوانوں کو بتا رہے ہیں کہ تو اپنے آباؤاجداد کو کیا بھول گیا ہے تجھے کیا ہوگا؟ تیرے آباؤاجداد تو کچھ کر دکھانے والے تھے مگر تو صرف باتیں کرتا ہے، وہ موت سے ڈرتے نہیں تھے جبکہ تم موت سے ڈرتے ہو اور تمھیں زندگی سے محبت ہے، تم ہر کام خود کے لیے کرتے ہو ملک وملت کے لیے نہیں، تم کاہل اور سست ہو چکے ہو یہی وجہ ہے کہ آج تم ناکامی اور پستی کی زندگی گزار رہے ہو۔ ابھی بھی وقت ہے، اٹھو اور خود کو پہچانو اور ملک وملت کی خدمت کرو تاکہ ترقی کر سکو۔

- عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
  نظر آتی ہے اس کو اپنی منزل آسمانوں میں

سوال نمبر5 (صفحہ نمبر1) غزل: لمحات مسرت ہیں تصور ......

حوالہ متن :

شاعرہ کا نام: ادا جعفری

تشریح:

ادا جعفری جدید دور کی شاعرہ ہیں۔ ان کا طرز تحریر صاف اور دل کش ہے۔ ان کی تحریروں میں سہل ممتنع کی خوبی پائی جاتی ہے۔ ان کی شاعری میں جدت دکھائی دیتی ہے۔

پہلے شعر میں شاعرہ ادا جعفری ایک انسانی رویے کی حقیقت کو بتا رہی ہیں کہ انسان کی زندگی میں غم و خوشی دونوں موجود ہیں انسان کی زندگی غم و خوشی کا حسین امتزاج ہے۔ مگر جب بھی ہم سوچنے بیٹھے تو ہم کو غم ہی یاد آتے ہیں اور انہیں کو ہی ہم سوچتے ہیں اور اداس ہوتے ہیں

زندگی اپنی جب اس شکل سے گزری غالبؔ
ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے

شاعرہ کہتی ہیں کہ ہماری زندگی میں اچھا وقت بھی تو ہوتا ہے اچھے لمحات بھی ہماری زندگی میں موجود ہیں جہاں ہم نے اپنے پیاروں کے ساتھ اچھا وقت گزارا ہوا ہوتا ہے مگر ہم ہمیشہ غم و دکھوں کو ہی کیوں یاد کرتے ہیں۔ یہ انسان کی فطرت ہے کہ وہ خوشی کو جلدی بھلا دیتا ہے لیکن غم کو ہمیشہ یاد رکھتا ہے اور اس پر افسردہ رہتا ہے کیونکہ غم میں ملی ہوئی تکلیف ہمیشہ یاد رہتی ہے اور اس کی تلخ یادیں انسان کا ساتھ کبھی نہیں چھوڑتی لیکن اس کے برعکس خوشی کے لمحے انسان جلدی بھول جاتا ہے کیونکہ اس میں اس کو کوئی تکلیف نہیں ملتی۔

تجھ سے کس بات کی اے فلک جستجو کریں
دل ہی نہیں رہا جو کچھ آرزو کریں

سوال نمبر5 (صفحہ نمبر 2) یہی بھی کہا جاسکتا ہے کہ شاعرہ کو اپنی زندگی میں اتنے غم
ملے کہ وہ جب بھی سوچنے بیٹھتی ہیں تو ان کے ذہن میں صرف
مصائب اور تکالیف ہی آتے ہیں اور خوشیاں ان کی زندگی میں نہ ہونے
کے برابر ہیں اس لیے انہیں صرف غم ہی یاد آتا ہے۔

اب تو گھبرا کے کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کہا جائیں گے

دوسرے شعر میں شاعرہ اپنی خواہش کا اظہار کرتی ہوئی کہتی ہیں
اور اپنے محبوب سے مخاطب ہو کر کہتی ہیں کہ اے میرے محبوب تم مجھ سے
ملنے کے لیے آؤ میں اپنا آرزوؤں کے شہر کی گلیاں کو ستاروں سے سجاؤں
گی۔ تم مجھ سے ملنے کے لیے کو آؤ۔ اگر صبح کو نہیں آسکتے تو شام کو آجاؤ
مگر آؤ ضرور۔ شاعرہ اپنے محبوب سے ملاقات کی خواہش ظاہر کر رہی ہیں۔

کب وہ سنتا ہے کہانی میری
اور پھر وہ بھی زبانی میری

یہ حقیقت ہے کہ جب انسان کا محبوب اس سے ملنے کے لیے اس کے گھر
آنے لگتا ہے تو عاشق اس کے لیے اپنے گھر کو سجاتا ہے تاکہ اس کے محبوب کو
دیکھ کر اچھا لگے اور وہ اس کی محبت کا اندازہ کر سکے مگر جب محبوب نہیں
آتا تو عاشق صادق صبح و شام اس کا انتظار کرتا ہے کہ شاید کسی وقت
اسکا محبوب آ ہی جائے۔ اسی طرح اس شعر میں ادا جعفری کہتی ہیں
کہ اے محبوب مجھ سے ملنے کے لیے آؤ میں تمہارا انتظار کر رہی ہوں
اگر تم آؤ گے تو میں اپنے آرزو کے شہر کو ستاروں سے سجاؤں گی۔ اور اگر تم
صبح کو نہیں آ سکتے تو شام کو آجاؤ میں تمہارا انتظار کروں گی۔

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصال یار ہوتا
اگر اور جیتے رہتے تو یہی انتظار ہوتا

سوال نمبر 6 (صفحہ نمبر 1)

کہانی: جھوٹ کی سزا

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک دیہات میں ایک لڑکا اپنی بکریاں چرانے روزانہ کھیتوں میں جایا کرتا تھا۔
اس کو شرارت سوجھی اور اس نے شور مچایا کہ "شیر آگیا شیر آگیا"۔ آس پاس کے کھیتوں میں کام کرنے والے دیہاتی فوراً اس اس کی آواز سن کر لاٹھیاں اٹھا کر مدد کے لیے پہنچے مگر آگے کوئی شیر نہ دیکھ کر لڑکے سے سوال کیا "کہاں ہے شیر"

لڑکا ہنسنے لگا اور بولا میں تو مذاق کر رہا تھا شیر آیا تو میں اکیلا ہی اس کو کافی ہوں تم لوگوں کو بلانے کی ضرورت ہی نہیں ہو گی
دو تین دن تک یہی تماشا چلتا رہا کہ لڑکا جھوٹ بولا کرتا تھا اور دیہاتی سچ سمجھ کر مدد کے لیے فوراً پہنچ جاتے مگر آگے شیر نہ دیکھ کر واپس چلے جاتے۔
اب وہ سب لوگ اس لڑکے سے تنگ آگئے تھے اور انھوں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اب اس کی پکار سن کر بھی نہیں جانا
ایک دن وہ لڑکا بکریاں چرا رہا تھا کہ قریب کے جنگل سے ایک شیر آیا اور بکریوں کو دیکھ کر خوش ہو گیا اور ایک بکری کی گردن پر مار کر اس کو گرا دیا۔ وہ لڑکا شیر کو دیکھ کر شور مچانے لگا اور مدد کے لیے لوگوں کو بلانے لگا مگر سب اس کی بات کو جھوٹ سمجھ رہے اور اس کی مدد کو کوئی نہ آیا۔
وہ لڑکا لاٹھی لے کر شیر کو مارنے آیا تو شیر نے ایک ہی

پنجا مارا اور اس کی گردن ٹوٹ گئی۔
شیر آرام سے بکریوں کا شکار کرتا رہا اور ساری بکریاں کھا کر چلا گیا۔
شام ہو گئی تھی نہ لڑکا واپس آیا اور نہ ہی بکریاں۔ گھر والوں نے بہت ہی بے چینی میں رات گزاری۔ صبح ہوتے ہی وہ اس کو ڈھونڈنے نکلے اور جا کر دیکھتے ہیں کہ وہ لڑکا بھی مر گیا اور ساری بکریاں بھی شیر کا شکار بن چکی تھیں
اس لڑکے کو تو جھوٹ کی سزا مل چکی تھی اور بکریاں فضول میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھی۔

نتیجہ / حاصل کلام:

"جھوٹ کا انجام ہمیشہ بہت بُرا ہوتا ہے"

سوال نمبر 7 (صفحہ نمبر 1) مضمون : سائنس کے کرشمے

کوئی تو ہے جو نظامِ ہستی چلا رہا ہے وہی خدا ہے
دکھائی بھی جو نہ دے نظر بھی جو آرہا ہے وہی خدا ہے

سائنس سے مراد انسانی زندگی کے مختلف شعبوں میں پڑھائی کرنا اور ان کی ترقی کے لیے کام کرنا ہے۔ اللہ نے انسان کو اشرف المخلوقات پیدا فرمایا ہے اور تمام دنیا کو اس کے لیے مسخر کر دیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اور کائنات کی سیر کرو اور جو کچھ اس کائنات میں موجود ہے اس کی تسخیر کرو۔" انسان کو علم کی دولت سے نوازا گیا ہے جس کی بنا پر وہ باقی تمام مخلوقات سے افضل تر ہے۔ انسان اپنی عقل کا استعمال کر کے بڑی سے بڑی اور مشکل چیز بھی کر سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو سب مخلوقات سے افضل بنایا۔ آج کا انسان اپنی عقل کو استعمال کر کے اللہ کی کائنات کو پڑھ رہا ہے اور اس کے بارے میں زیادہ سے زیادہ جاننے کی کوشش کر رہا ہے۔

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

سائنس کی ترقی نے انسان کی زندگی میں بہت سی آسانیاں پیدا کر دی ہیں۔ آج کا انسان کل کے انسان سے کہیں زیادہ آسان زندگی گزار رہا ہے۔ اگر کل کا انسان یہاں آ کر آج کے انسان کی ایجادات کو دیکھے تو وہ حیرت میں ڈوب جائے کیونکہ آج کا انسان زندگی کے ہر شعبے میں ترقی کر چکا ہے۔ آج کے انسان نے ترقی کر کے زندگی کو دوسروں کے لیے آسان بنا دیا ہے۔ حدیث مبارکہ ہے: "تم میں سے بہتر وہ ہے جو دوسروں کو نفع پہنچائے۔" اور آج کے انسان نے ترقی کے باعث باقی انسانوں کو بہت فائدہ پہنچایا ہے۔

سوال نمبر 7 (صفحہ نمبر 2) اگر پہلے زمانے میں دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ کل کا
انسان سفر کرنے کے لیے بہت سی مشکلات کا سامنا کرتا تھا۔ اس کو ایک
جگہ سے دوسری جگہ جاتے ہوئے ہفتے اور مہینے لگ جاتے تھے اور یہ
سفر بھی اتنا محفوظ نہیں ہوتا تھا کیونکہ درندے جانوروں اور موسم کے
خراب ہو جانے کا ڈر رہتا تھا لیکن آج کا انسان وہی سفر منٹوں میں
کر رہا ہے اور بالکل حفاظت کے ساتھ بالکل اسی طرح جیسے کہ وہ اپنے
کسی کمرے میں بیٹھا ہو۔ آج کا انسان ایک جگہ سے دوسری جگہ کار
یا ٹرین کے ذریعے باحفاظت پہنچ جاتا ہے اور جو سفر پہلے کل ہفتوں
میں کیا جاتا تھا وہ آج منٹوں میں ہو رہا ہے اور جو سفر مہینوں
میں کیا جاتا تھا وہ آج دنوں میں ہو رہا ہے۔

منزل سے آگے بڑھ کر منزل تلاش کر
مل جائے تجھ کو دریا تو سمندر تلاش کر

کل کا انسان اپنی بات پہنچانے کے لیے بہت مشکل سے
ایک جگہ سے دوسری جگہ اپنا پیغام بھیجتا تھا جو کہ کاش اللہ پہنچ
بھی نہ پاتا تھا اور پہنچنے میں بھی اس کو مہینوں لگ جاتے تھے لیکن
اس کے برعکس آج کا انسان ٹیلی فون (Telephone)، ٹیلی گراف
(Telegraph)، فیکس (Fax) وغیرہ کے ذریعے ایک جگہ سے دوسری جگہ
اپنا پیغام منٹوں میں پہنچا رہا ہے۔ وہ دنیا کے کسی بھی کونے میں موجود
اپنے پیاروں سے SMS، Videocall، Facebook، Whatsapp
وغیرہ پر بات کر سکتا ہے۔ اب یہ دوری ختم ہو گئی ہے اس کے علاوہ
Radio اور Television نے پوری دنیا کو جوڑ کر رکھا ہوا ہے اور ایک
گلوبل ویلیج بنا دیا ہے۔ یہ کوئی کہیں پر بیٹھے کسی ملک کا حال جان سکتا ہے۔

لگا دی کاغذ کی ملبوث پر نمود اپنی
بشر نے نام کر دی خدا سے ضمانت اپنی

سوال نمبر 7 (صفحہ نمبر 3) آج کل کسی بھی بیماری کی تشخیص کو انتہائی آسان بنا دیا گیا ہے ~~ایکسرے~~ ایکسرے (X-ray) کا الٹراساؤنڈ (Ultrasound) کے ذریعے آج کسی بھی بڑی سے بڑی بیماری کا پتہ لگایا جاسکتا ہے۔ آج کل بیماریوں کے علاج بھی آسان طریقے سے کیے جا رہے ہیں۔ کینسر جیسی لاحق بیماری کا علاج میں میسر ہے۔

- آنکھ جو دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں
  محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

آج کل جسم کے باہر ہی سے ~~سے~~ جسم کے اندر رسنے بسنے والے پتھروں کو ختم کر دیا جاتا ہے اور ایسی ادویات موجود ہیں کہ جس سے بڑی بڑی بیماریاں بھی دور ہو جاتی ہیں۔ قرآن میں اللہ نے ارشاد فرمایا "اور ہم نے انسان کو اشرف المخلوقات پیدا فرمایا"۔ آج کا انسان بجلی کو اپنا نوکر بنا بیٹھا ہے بلندیوں سے پانی گرا کر وہ ~~سے~~ بجلی بناتا ہے اور اپنے گھروں کو روشن کر رکھا ہے۔

اس سب کے ساتھ ساتھ اس کے منفی اثرات بھی ہیں۔ حسد او ر عداوت نے ایجاد کو ختم کر دیا ہے جس کی وجہ سے ہر ملک ایٹم بم بنا رہا ہے۔ آج کل تو ہائیڈروجن بم Hydrogen Bomb بھی تیار ہو گیا ہے جو کہ دوسرے ممالک پر حملوں کے لیے تیار کیا جا رہا ہے۔ اور آج کا انسان کل سے زیادہ سست اور کاہل ہو چکا ہے وہ (اپنا) اپنے ہر کام کے لیے مشینوں پر انحصار کرتا ہے اور اس سے اس کے بدن میں فربی اور محنت بھی خراب ہو گئی ہے۔ آج کل کی ایجادات نے اپنوں کو اپنوں سے دور کر دیا ہے۔ انٹرنیٹ Internet جیسی وبالِ گوار سے ان کے اپنوں کے ساتھ وقت چھین لیتی ہے۔ اور وہ زیادہ تر وقت بھی فون وغیرہ پر صرف کرتے ہیں۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم ان سائنسی ایجادات کو مثبت طریقے سے استعمال کریں تاکہ اس سے ہم سب کو فائدہ ہو نقصان نہیں۔

- دل کے لیے ہے موت مشینوں کی حکومت
  احساسِ مروت کو کچل ڈالتے ہیں آلات